آبپاشی

محکمہ زراعت پنجاب کے ترجمان آغا جہانزیب کے مطابق قطرہ قطرہ آبپاشی نظام (ڈرپ اریگیشن سسٹم) اپنا کر کسان 60 فیصد بجلی اور ڈیزل کا خرچ کم کرسکتے ہیں جو فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کی وجہ ہے۔ محکمہ زراعت پنجاب کسانوں کو قطرہ قطرہ آبپاشی نظام کی تنصیب پر 60 فیصد زرتلافی فراہم کررہا ہے۔ کسانوں کو یہ ٹیکنالوجی عالمی بینک کی امداد سے فراہم کی جارہی ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اس آبپاشی نظام کے استعمال سے کھاد کے استعمال میں بھی 40 سے 50 فیصد بچت ہوتی ہے۔ اس وقت یہ نظام چھوٹے پیمانے پر (12.5 ایکڑ تک) کاشتکاری تک محدود ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 1 جنوری، صفحہ 12)

صنعتی طریقہ زراعت

پاکستان میں انٹرنیشنل سینٹر فار ایگری کلچرل ریسرچ ان ڈرائی ایریاز (ICARDA) کے سربراہ ڈاکٹر عبدالماجد نے مہران یونیورسٹی، جامشورو میں ایک اجلاس کے دوران کہا ہے کہ زرعی شعبے میں جدید ٹیکنالوجی کے زریعے پانی، محنت اور سرمایہ بچایا جاسکتا ہے۔ کیلے کے درخت کو کترنے والی مشین (Banana Tree Shredder) کی نقل پاکستان میں تیار کرلی گئی ہے جس کی مدد سے کیلے کے درخت کی باقیات نامیاتی کھاد میں تبدیل کرکے استعمال کی جاسکتی ہیں۔ یہ کھاد مٹی کی صحت کے لئے انتہائی فائدہ مند ہے اور اسے کسان فصلوں میں بھی استعمال کرسکتے ہیں۔ انکا کہنا تھا کہ گندم کے کھیت میں کھیریاں بنانے سے (ridge sowing) 30 سے 35 فیصد پانی کی بچت اور پیداوار میں 10 سے 20 فیصد اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اس طریقہ کار کے برعکس پانی دینے کا روایتی طریقہ پانی کے زیاں، سیم اور پیداوار میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالماجد نے پانی کے کم استعمال اور محدود وسائل سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرنے کے لئے سندھ میں بیک وقت دو فصلیں (گنا اور گندم) کاشت کرنے کے رجحان کو خوش آئند قرار دیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 1 جنوری، صفحہ 9)

غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقدآور فصلیں و اشیاء

ایک مضمون کے مطابق سال 2018 میں اہم فصلوں اور مال مویشی شعبے میں بہتری کے امکانات ہے لیکن ان شعبہ جات کے بنیادی ڈھانچے کے حوالے سے مسائل برقرار ہیں جن پر مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ پانچ میں سے تین اہم فصلوں گندم، چاول اور گنے کی پیداوار بہتر ہونے کی امید ہے۔ سرکاری حکام اور کاشتکاروں کے مطابق مکئی کی پیداوار میں کمی ہوئی ہے جس کی کئی وجوہات ہیں۔ اگر سب ٹھیک رہا تو کپاس کی پیداوار بھی 13 ملین گانٹھوں تک جاسکتی ہے لیکن اس کے باوجود 14.04 ملین گانٹھوں کا اصل ہدف حاصل نہیں ہوسکے گا۔ آئندہ موسم کے لیے گندم کا پیداواری ہدف 26.46 ملین ٹن ہے جو گزشتہ سال 25.75 ملین ٹن تھا۔ نہری پانی اور بارشوں کی کمی گندم کے پیداواری ہدف کے حصول کو مشکل بناسکتی ہے تاہم زراعت کے صوبائی محکموں کا کہنا ہے کہ اب تک کی اطلاعات کے مطابق زیر کاشت رقبے میں کچھ کمی کے باوجود گندم کی پیداوار کا ہدف حاصل کرلیا جائے گا۔ چاول کی پیداوار کے حوالے سے حکام کا کہنا ہے کہ 2017 میں 7.55 ملین ٹن چاول کی پیداوار ہوئی تھی جبکہ 2018 میں اگر چاول کا زیر کاشت رقبہ پچھلے سال کی سطح پر رہا تو چاول کی پیداوار آٹھ ملین ٹن سے تجاوز کرجائے گی۔ گنے کی پیداوار میں بھی 2017 میں دس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح مکئی کی پیداوار پہلی بار 2017 میں 6.1 ملین ٹن تک پہنچ گئی ہے لیکن زیر کاشت رقبے میں کمی کے باعث 2018 میں مکئی کی پیداوار 5.3 سے 5.5 ملین ٹن تک متوقع ہے۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 1 جنوری، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

گنا

حکومت سندھ اور کسان تنظیموں کے درمیان گنے کی کرشنگ اور اس کی قیمت کے حوالے سے ہونیوالی ملاقات بغیر کسی نتیجے کے ختم ہوگئی ہے۔ تاہم سندھ کے گنا کمشنر کی جانب سے 26 شوگر ملوں کو کرشنگ بند کرنے پر اظہار وجوہ کا نوٹس جاری کردیا گیا ہے۔ نوٹس سندھ آبادگار اتحاد (SAI) کے رہنما نواب زبیر تالپور اور دیگر کسان تنظیموں کی جانب سے کمشنر کے پاس شکایت درج کرانے پر جاری کیئے گئے۔ صوبے کی 38 میں سے 26 شوگر ملوں نے اچانک گنے کی کرشنگ بند کردی تھی کیونکہ ملیں گنے کی مقررہ سرکاری قیمت 182 روپے فی من، یہاں تک کے سندھ ہائیکورٹ کے حکم کے مطابق 172 روپے فی من قیمت بھی دینے سے قاصر ہیں۔ اس حوالے شوگر ملوں کا کہنا ہے کہ ان کے لیے یہ زیادہ بہتر ہے کہ وہ اپنی ملیں بند کردیں بجائے اس کے کہ وہ گنے کی کم قیمت دے کر عدالتی حکم کی خلاف ورزی کریں۔ کسان تنظیموں پر مشتمل کمیٹی نے کہا ہے کہ اگر ملوں نے کرشنگ کا آغاز نہیں کیا تو وہ آٹھ جنوری کو احتجاجی دھرنا دیں گے۔ (ڈان، 2 جنوری، صفحہ 19)

وزیرخوراک پنجاب بلال یاسین نے کہا ہے کہ گنے کی کرشنگ ختم ہونے تک متعلقہ حکام اور صوبائی وزیر مسلسل شوگر ملوں کا دورہ کرتے رہیں گے اور کسانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ہر قدم اٹھایا جائے گا۔ وزیر اعلی پنجاب کی خصوصی ہدایت پر وزیر خوراک نے تین فیصل آباد اور ٹھنڈیاں والا میں تین شوگر ملوں میں گنے کی خریداری کے مراحل کا معائنہ کیا۔ صوبائی وزیر نے ضلعی انتظامیہ اور مل انتظامیہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ ناپ تول کے معیار پر سختی سے عمل کرائیں۔ (بزنس ریکارڈر، 2 جنوری صفحہ 7)

پانی، متفرق

گوادر بندرگاہ پر چائنا اوورسیز پورٹس ہولڈنگ کمپنی (COPHC) کا تعمیر کردہ سمندری پانی کو میٹھے پانی میں تبدیل کرنے والے ڈی سیلی نیشن پلانٹ کا افتتاح کردیا گیا ہے۔ چینی کمپنی نے 254,000 گیلن پانی فراہم کرنے والا یہ کارخانہ انتہائی کم مدت میں تعمیر کیا ہے۔ افتتاح کے موقع پر وفاقی وزیر جہاز رانی و بندرگاہ میر حاصل خان بزنجو کا کہنا تھا کہ اس کارخانے سے گوادر میں پینے کے پانی کی قلت پر کسی حد تک قابو پانے میں مدد ملے گی جہاں عوام گزشتہ کئی ماہ سے پانی کی کمی کا سامنا کررہے تھے۔
(ڈان، 2 جنوری، صفحہ 5)

سندھ میں پینے کے صاف پانی کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے وزیر اعلی سندھ سید مراد علی شاہ کی سربراہی میں ہونیوالے اجلاس میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ صحت عامہ کی دیکھ بھال کا ادارہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈپارٹمنٹ (PHED) صوبہ کی 53 فیصد آبادی (16.567 ملین افراد) کو پینے کا پانی اور 40 فیصد آبادی کو نکاسی آب کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ سیکریٹری PHED کا کہنا تھا کہ ادارے کی موجودہ پانی کی اسکیموں کے تحت پینے کے پانی کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے 340 ملین گیلن یومیہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے جس میں سے 122 ملین گیلن زیر زمین اور 218 ملین گیلن سطح پر موجود پانی شامل ہوتا ہے۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ کراچی و حیدرآباد کا فراہمی و نکاسی آب کا اپنا نظام اور ادارے موجود ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 2 جنوری، صفحہ 7)

ماہی گیری

حکومت پاکستان نے پاکستانی جیلوں میں موجود 457 بھارتی شہریوں کی فہرست بھارتی ہائی کمیشن کے حوالے کردی ہے۔ اس فہرست میں 399 ماہی گیر شامل ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان 146 بھارتی ماہی گیروں کو اگلے کچھ دنوں میں رہا کررہا ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان 21 مئی 2008 کو ایک معاہدہ طے پایا تھا جس کی رو سے دونوں ممالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر سال یکم جنوری اور یکم جولائی کو ایک دوسرے کے قیدیوں کی فہرست کا تبادلہ کریں۔ بھارتی حکومت کی جانب سے نئی دہلی میں پاکستانی ہائی کمیشن کو پاکستانی قیدیوں کی فہرست فراہم کرنا ابھی باقی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 2 جنوری، صفحہ 3)

برآمدات، سمندری خوراک

پاکستان کی سمندری خوراک کی برآمد میں اضافہ سرد موسم میں مچھلی کا شکار کم ہونے کے باوجود جاری ہے۔ ہر سال سرد ہواؤں کی وجہ سے دسمبر اور جنوری میں ماہی گیری سرگرمیاں معطل ہوجاتی ہیں۔ پاکستان نے جولائی تا نومبر 2017 میں 165.943 ملین ڈالر کی سمندری خوراک برآمد کی جو گزشتہ سال کے مقابلے 6.37 فیصد زیادہ ہے۔ محکمہ شماریات پاکستان (PBS) کے مطابق جولائی تا نومبر 2017 کے دوران سمندری خوراک کے برآمدی حجم میں 11.41 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 جنوری، صفحہ 3)

موسمی تبدیلی

وفاقی وزیر موسمی تبدیلی مشاہداللہ خان نے کہا ہے کہ پاکستان میں آلودہ دھند (اسموگ) کی سطح میں اضافے کا ذمہ دار پڑوسی ملک بھارت ہے۔ دفتر خارجہ کو بھارت کے ساتھ اس مسئلے پر بات کرنے کے لیے خط لکھا جاچکا ہے۔ ملک کو موسمی تبدیلی کے مسائل سے نکالنے کے لیے ٹھوس اقدامات ناگزیر ہیں۔ حکومت جلد جنگلی حیات سے متعلق پالیسی کا اعلان کرے گی جس میں تمام صوبوں میں جنگلات میں اضافے کے لیے مشترکہ کوششوں پر توجہ مرکوز کی جائے گی۔ حکومت کلائمٹ چینج اتھارٹی (CCA) کے قیام کا ارادہ رکھتی ہے جو چار اراکین پر مشتمل ہوگی جس کے سربراہ موسمی تبدیلی کے ایک ماہر ہونگے۔ اس اتھارٹی میں 100 سے زیادہ موسمی تبدیلی کے ماہرین بھی شامل ہونگے۔

(بزنس ریکارڈر، 3 جنوری، صفحہ 7)

زمینی قبضہ

ایک اخباری ادارےیے کے مطابق اس ملک میں بدعنوانی نے گوادر کے ترقیاتی منصوبے کو بھی نہیں چھوڑا جو چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) کا اہم حصہ ہے۔ قومی احتساب بیورو (NAB) کی جانب سے جاری کردہ اعلامیہ کے مطابق گوادر انڈسٹریل اسٹیٹ ڈیولپمنٹ اتھارٹی (GIEDA) نے تجارتی اور صنعتی زمین کی تقسیم میں قوانین کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے سرکاری حکام کی ملی بھگت سے من پسند افراد کو زمین منتقل کی جبکہ اہل صنعتوں اور سرمایہ کاروں کی درخواستیں مسترد کردی گئیں۔ اس سے پہلے ذرائع ابلاغ میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ گوادر میں 12,000 ایکڑ سرکاری زمین غیر قانونی طور پر کئی افراد کو باثر سیاسی رہنماؤں اور ریونیو حکام کی مدد سے منتقل کی گئی ہے۔ زمین کی اس غیرقانونی منتقلی کے خلاف متعلقہ حکام نے کارروائی کی اور حکومت نے سرکاری زمین واپس لے لی لیکن کچھ لوگوں نے ابھی بھی زمین خالی نہیں کی اور ریونیو حکام کی مدد سے 3,167 ایکڑ زمین پر قبضہ برقرار رکھا ہوا ہے۔ (اداریہ، بزنس ریکارڈر، 3 جنوری، صفحہ 20)

آلودگی، صحت و صفائی

سیکریٹری لائیو اسٹاک اینڈ ڈیری ڈیولپمنٹ ڈپارٹمنٹ پنجاب عرفان خلیق نے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے بین الاصوبائی تعاون میں کہا ہے کہ ملک میں صحت و صفائی کے معیار سے متعلق بے شمار مسائل پائے جاتے ہیں۔ خصوصاً خوراک میں حفظان صحت کے اصولوں کی بالکل پرواہ نہیں کی جاتی ہے۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے کسی قسم کی کوشش نہیں کی گئی ہے جس سے نا صرف عوام کی صحت پر مضر اثرات مرتب ہورہے ہیں بلکہ زرمبادلہ سے بھی محروم ہورہا ہے جو مقامی گوشت کی برآمد کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے۔ دودھ کی اضافی پیداوار کیلئے مویشیوں کو ہارمونز دیے جاتے ہیں جس سے انسانوں کے لئے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ گزشتہ 70 سالوں سے مال مویشی شعبے میں پالیسی کا فقدان پایا جاتا ہے۔ اٹھارویں آئینی ترمیم کے بعد پنجاب حکومت نے پہلی مال مویشی پالیسی تشکیل دی ہے۔ عرفان خلیق نے مزید کہا کہ قومی اقتصادی سروے کے مطابق ملک میں دودھ کی سالانہ پیداوار 54 بلین لیٹر ہے۔ انھوں نے دعوی کیا ہے دراصل دودھ کی پیداوار نو بلین لیٹر کے قریب ہے، باقی دودھ فارملین، یوریا اور درآمدی خشک دودھ وے پاؤڈر (whey powder) سے تیار کیا جاتا ہے جو عوام میں سرطان کا باعث بن رہا ہے۔ امریکہ میں 1906 میں فارملین کا استعمال روک دیا گیا تھا لیکن پاکستان میں یہ اب بھی استعمال کیا جارہا ہے۔ (ڈان، 3 جنوری، صفحہ 4)

آلودگی

چیئرمین کراچی پورٹ ٹرسٹ (KPT) ریئر ایڈمرل جمیل اختر نے سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے سمندری امور کو بتایا ہے کہ سمندری آلودگی میں اضافہ کی وجہ سے کراچی پورٹ ٹرسٹ (KPT) جہازوں کی مرمت پر 350 ملین سے 500 ملین روپے اضافی خرچ کررہا۔ سمندر میں بڑھتی ہوئی آلودگی نے ہنگامی صورتحال پیدا کردی ہے جس کے لیے فوری اقدامات کرنا انتہائی ضروری ہیں۔ ڈائریکٹر جنرل محکمہ جہاز رانی و بندرگاہ اسد چاندنا نے بھی ایسے ہی خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یومیہ 450 سے 500 ملین گیلن غیر صاف شدہ فضلہ سمندر میں پھینکا جاتا ہے جو ماحولیاتی نظام، سمندری حیات اور مینگرو کے جنگلات کی تباہی کا باعث بن رہا ہے۔ (ڈان، 3 جنوری، صفحہ 17)

پانی کی کمی

کوٹری بیراج کی سالانہ بندش کی وجہ سے حیدرآباد میں پانی کی کمی ہوگئی ہے۔ بندش کا دورانیہ 26 دسمبر 2017 تا 15 جنوری 2018 تک ہوگا۔ انتظامیہ نے بیراج کے سال بھر پانی میں ڈوبے رہنے والے حصوں کے معائنہ کے لیے بیراج سے منسلک چاروں نہروں میں پانی کی ترسیل روک دی ہے جس کی وجہ سے محکمہ فراہمی و نکاسی آب (WASA) کو پانی کی کمی کا سامنا ہے۔ ادارہ بیراج کی نزدیکی دو جھیلوں سے پانی فراہم کررہا ہے جو 15 دنوں کی پانی کی طلب کو پورا کرسکتی ہیں۔ (ڈان، 3 جنوری، صفحہ 19)

مزاحمت

پاکستان تحریک انصاف (PTI) سندھ کے نائب صدر حلیم عادل شیخ نے شوگر مل مالکان کی جانب سے گنے کی سرکاری مقررہ قیمت مسترد کیے جانے کے خلاف ہوسٹری بائی

پاس تا وزیر اعلی ہاؤس کراچی ریلی نکالنے کا اعلان کیا ہے۔ حلیم عادل شیخ کا کہنا تھا کہ گذشتہ ایک دہائی سے سندھ پر پیپلز پارٹی کی حکومت ہے جس نے تمام ادارے تباہ کردیے ہیں۔ کسانوں کے مسائل حل کرنے کے بجائے بلاول ہاؤس کے سامنے احتجاج کرنے والے کسانوں پر لاٹھیاں برسائی گئی ہیں۔ سندھ ترقی پسند پارٹی (STP) نے بھی کسانوں کی حمایت میں سات جنوری کو ٹنڈو محمد خان۔ حیدرآباد شاہرا پر دھرنے کا اعلان کیا ہے۔ (ڈان، 3 جنوری، صفحہ 19)

نکتہ نظر

یکم تا تین جنوری کی ان خبروں میں دو اہم جز واضح نظر آتے ہیں ایک زراعت میں جدید ٹیکنالوجی کا استعمال اور دوسرا ماحولیاتی آلودگی جس سے ہمارا سمندر اور اس سے جڑی حیات تباہ ہورہی ہے۔ حکومت زرعی پیداوار میں اضافے اور پیداواری لاگت کم کرنے کے لیے صرف اور صرف صنعتی اور تجارتی بنیادوں پر زراعت کو فروغ دے رہی ہے۔ بجائے اس کے کہ نہری نظام کی مرمت اور ڈیم تعمیر کرکے پانی کا تحفظ کیا جائے گا۔ حکومت عالمی اداروں سے قرض حاصل کرکے کہیں ڈرپ اریگیشن سسٹم کو فروغ دے رہی ہے اور کہیں ایک ساتھ دو فصلیں کاشت کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے جس کے لیے عین ممکن ہے کہ کسی مخصوص کمپنی کے مخصوص بیج بھی متعارف کروا دیے جائیں جو وقتی طور پر تو کسانوں کو زرتلافی کے ساتھ فراہم کیے جاتے ہیں لیکن پھر اچانک یہ مراعات واپس لے لی جاتی ہیں۔ کسان 1960 کی دہائی میں سبز انقلاب کے نام پر اسی طرح کی زرتلافی کے بدلے کمپنیوں کے بیج، زرعی زہر اور زہریلی کھاد اپنا کر یہ مداخل بنانے والی کمپنیوں کے محتاج ہوگئے اور پھر وہ تمام زرتلافی واپس لے لی گئیں جس کا خمیازہ پیداواری لاگت میں اضافے کی صورت آج تک کسان بھگت رہے ہیں۔ ڈرپ اریگیشن اور دیگر ٹیکنالوجی پر دی جانے والی زرتلافی بھی ایسا ہی ایک جال ہے۔ کسانوں کو ایسی ٹیکنالوجی کی ضرورت نہیں جو پیداوار میں وقتی اضافہ کرکے انہیں محتاج بنادے بلکہ ایسی پیداوار کی ضرورت ہے جس میں ماحول محفوظ ہو اور خوراک صاف اور پائیدار طریقے سے حاصل ہو۔ زراعت ہو یا صنعت غیر پائیدار طریقہ پیداوار کا فروغ ہی آج پاکستانی ساحلوں کے زہر آلود ہونے کی وجہ ہے جو نہ صرف مقامی ماہی گیروں کے روزگار کو ختم کررہا ہے بلکہ سمندری حیات اور مینگروز کے جنگلات کو بھی تباہی سے دوچار کررہا ہے جس پر خود حکومتی ادارے دہائی دیتے نظر آتے ہیں۔